© rasailojaraid.com

سفرِ .... مہبطِ آدم

خروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں — کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

سری لنکا کا نام بہت بار سنا تھا اور یہ بھی کہ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی کوئی یادگار بھی ہے، ابوالبشر حضرتِ آدم علیہ السلام دنیا پر تشریف لائے اور کرہ ارضی کو مسکن بنایا تو نسل انسانی کا ارتقاء شروع ہوا، جنت میں ۴۲،۴۳ سال قیام یا بقول بعض مؤرخین ......۷۰ سال قیام کے بعد روئے زمین پر ہبوطِ آدم کی تیاری ہوئی تو جس کرہ ارضی کو ان کے مہبط و مسکن کے لئے منتخب کیا گیا وہ قدیم وعظیم ہند کی سرزمین تھی......امام سہیلی (م ۵۸۱ھ) نے لکھا ہے کہ

واهبط آدم علیه السلام بسرندیب من الهند بجبل یقال له...... بوذ...... واهبطت حوابجده واهبط ابلیس لعنه الله بایله...... وان الحیة اهبطت باصفهان (التعریف والاعلام بما ابهم فی القرآن من الاسماء والاعلام' للسهیلی)

یعنی آدم علیہ السلام ہند کے علاقہ سرندیپ میں ایک پہاڑ پر اتارے گئے جس کا نام کوہ بوذ ہے......المسعودی نے اس پہاڑ کا نام الرہون بتایا ہے......تاہم ملک ہند اور مقام سراندیب ہی لکھا ہے۔ سانپ کو اصفہان میں اتارا گیا......مقامِ ہبوط آدم کے بارے میں مؤرخین آپس میں مختلف ہیں اور متعدد الاقوال بھی......تاہم اکثریت ہند (سری لنکا) کے مقامِ سراندیب یا سراندید کی قائل ہے......(**غرر التبیان فی من لم یسم فی القرآن...... لبدر الدین ابن جماعه**) المسعودی نے مروج الذہب و معادن الجواہر میں لکھا ہے کہ آدم کو ہندوستان کے جزیرہ سراندیپ کے پہاڑ۔ راہوان۔ پر اتارا گیا، ان کے جسم پر جو جلدی لباس تھا وہ لباس جنت (**وطفقا یخصفان علیهما من ورق الجنة......**) کا بقیہ تھا، اور خوشبوؤں سے معطر تھا، اس کی خوشبو تمام ہندوستان میں ہواؤں کے ذریعہ پھیل گئی۔ مسعودی کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اسی وجہ سے ہندوستان میں عود، لونگ، مشک، وغیرہ جملہ خوشبوئیں پائی جاتی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑ کی کانوں سے ہیرے اور اس جزیرے کے سمندر سے موتی نکلتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب آدم کو زمین پر اتارا گیا تو ان کے ساتھ بہت سے میوے اور کھانے کی اشیاء بھی بھیجی گئیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثلاً......اخروٹ، بادام، مونگ پھلی، نارنگی، انار، کشمش، عناب، سیب، انگور، خشخاش اور دالیں وغیرہ بھی بھیجی گئیں......(غالباً اسی وجہ سے اس خطے میں یہ اجناس بکثرت پائی جاتی ہیں......)

ہمیں قدیم ہند کے ایک سابق شہر سیلون اور موجودہ ملک سری لنکا کی سیر کی دعوت ایک کانفرنس کے ذریعہ ملی جس کا انعقاد کولمبو میں ہونا تھا...... چنانچہ دیگر پاکستانی مندوبین کے ہمراہ ہم بھی رات کے پچھلے پہر ۳ بجے، کے ایل ایم (KLM) کی فلائیٹ سے روانہ ہوئے۔ اس کانفرنس میں پاکستان سے ۱۱۔ اور ساؤتھ ایسٹ ایشیا کے ممالک سے قریباً ۲۵۰ نمائندے شرکت کررہے ہیں۔

صبح سوا چھ بجے ہم کولمبو ائیرپورٹ پہنچ چکے تھے نماز فجر ائرپورٹ پر ہی ادا کی۔ کولمبو ائیرپورٹ پر ہمارا سرکاری مہمانوں کی حیثیت سے استقبال کیا گیا اور ہمیں کسی چیکنگ کے بغیر گرین چینل سے گزار کر ائیرپورٹ سے باہر لے جایا گیا...... انسان سرکاری مہمان ہو تو کیا شان ہوتی ہے، اور عامی ہو تو (بسا اوقات) بعض ائرپورٹس پر کیا درگت بنتی ہے۔ اس مرحلہ پر ہم سوچ میں پڑ گئے کہ یوم محشر ہم سرکاری مہمان ہوں گے یا عامی...... اگر عامی ہوئے تو اللہ ہی حافظ ہے اور اگر سرکاری ہوئے تو تب تو کام بنا بنایا ہے۔

سنتے ہیں کہ محشر میں بس ان کی رسائی ہے   گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

حضرت آدم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین..........(زمین میں تمہارے لئے ٹھکانہ ہے اور فائدہ اٹھانا ہے وقت مقرر تک) جو سرزمین حضرتِ آدم علیہ السلام کی مستقر اول بنی گویا اب ہمارا بھی وہاں ہبوط (Landing) ہو چکا تھا......

(کولمبو) ائیرپورٹ سے ہمیں اس مستقر لے جائے گیا جو ہمارا عارضی مستقر تھا یعنی ہلٹن ہوٹل۔ مجھے کمرہ نمبر ۵۰۵ اور ڈاکٹر عبدالجواد صاحب کو کمرہ نمبر ۵۲۴ الاٹ کیا گیا۔ ہوٹل ہلٹن یہاں کے five star ہوٹلوں میں سے ایک ہے جو سمندر کے کنارے کے قریب ہی واقع ہے۔ کانفرنس کے مندوبین کے لئے اس ہوٹل میں ۱۶۰ کمرے بک کرائے گئے ہیں جو سب ڈبل بیڈ ہیں۔

ہوٹل پہنچ کر ہم نے دن بھر آرام کیا کیونکہ آج کانفرنس کا کوئی اجلاس نہیں اور ہم رات کے جاگے ہوئے بھی ہیں۔ سہ پہر کے وقت ہم یہاں کے چڑیا گھر کی سیر کو لے جائے گئے......کہا جاتا ہے کہ یہ ایشیا کا دوسرے نمبر کا بڑا چڑیا گھر ہے......بہت طویل وعریض...... جانور ایک سے ایک......اور چڑیا گھر کے پارکوں میں رش ہی رش...... درختوں کے سائے میں بعض انسانی جوڑوں کو حیوانی حرکتیں کرتے بھی

☆ لاثواب الا بالنیة ☆ (فقہی ضابطہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پایا..... مگر ہمارے گائیڈ نے کہا یہ یہاں کا کلچر ہے..... اسے معیوب خیال نہیں کیا جاتا......

شام کو ہمیں کولمبو شہر کے ساحلی کنارے کی سیر کرائی گئی۔ سمندر کے کنارے آباد یہ شہر بھی خوب ہے جب جہاز ایئر پورٹ پر لینڈ کر رہا تھا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا ہم درختوں کے کسی گھنے جنگل میں اتر کر رہے ہیں...... ایئر پورٹ سے نکل کر مرکز شہر پہنچنے تک ہر طرف ناریل کے درخت نظر آئے۔ ناریل کو دیسی زبان میں کھوپرا بھی کہتے ہیں...... ہمارے جی میں آیا کہ یہ کولمبو نہ ہوا کھوپرو ہوا...... جدھر جاؤ دکانوں پر ناریل لٹکے نظر آتے ہیں اور ایک خاص خوشبو (smell) ہے جو ہر دکان سے آتی ہے...... بازاروں میں خوب چہل پہل ہے..... مگر بنی آدم نے گویا ردائے اسود اوڑھ رکھی ہے...... ہر مرد وزن کالی چھتری میں ملبوس ہے..... شاید یہ ادھر کی ساحلی ہواؤں اور موسم کا اثر ہے..... مگر جسے دیکھو چھتری ہاتھ میں ہے، ہم نے دل میں سوچا صاحب کیا عجیب مخلوق ہے یہ نہ بارش نہ گرمی مگر چھتری ہر ایک کے ہاتھ میں، ممکن ہے یہ یہاں کا کوئی رواج ہو یا سمبل آف اسٹیٹس......

ہمیں گھومتے گھامتے کوئی دو گھنٹے ہو چلے تھے کہ اچانک نہ جانے کہاں سے بادل آئے اور چھما چھم برسات شروع..... وہ جو ہم نے بچپن میں اردو کی کتاب میں برسات کا مضمون پڑھا تھا..... اس کا ایک جملہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا کہ..... پل بھر میں جل تھل ہو گیا..... بس پھر کیا تھا ہم تو دوڑے کوئی سائبان کوئی شیلٹر ڈھونڈنے کہ جس کے نیچے کچھ دیر رک کر بارش سے پناہ لی جائے، مگر لوگ مسلسل چلتے پھرتے نظر آئے کسی کو بارش کی کوئی پرواہ نہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو..... اس لئے کہ جن چھتریوں کی وجہ سے کچھ دیر پہلے ہمیں وہ بے وقوف نظر آ رہے تھے...... وہ انہوں نے اپنے سروں پر تان لی تھیں اور ہم اس جنس ثمین کے نہ ہونے کی وجہ سے بے وقوفی کی تصویر بنے کھڑے تھے..... چنانچہ اس وقت ہم پر یہ عقدہ کھلا کہ یہاں اکثر بارشیں ہوتی ہی رہتی ہیں جبھی ہر شخص گھر سے نکلنے سے پہلے چھتری ضرور ہاتھ میں لے لیتا ہے..... چنانچہ ہم نے بھی ایک عدد چھتری فی الفور خرید لی..... لیکن جیسے ہی ہم نے چھتری خریدی آسمان صاف ہو گیا اور بارش کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا..... زمین پر بہنے والا پانی جس کے بارے میں ہمیں تشویش تھی کہ اب کیچڑ کی صورت اختیار کر لے گا..... اس کا کوئی اتا پتا نہ تھا کہ گیا کہاں...... نکاسئ آب کا اہتمام خوب تھا، یا زمین ایسی تھی کہ پانی کے دریا ہر روز پی لے اور ڈکار نہ لے..... شہر کی عمارتیں قدیم ہندوستانی طرز کی ہیں..... لوگ دراز قامت نہیں مگر کوتاہ بھی نہیں...... آدم علیہ السلام کا قد تو ماشاء اللہ بہت بلند تھا..... مگر یہاں۔ آدمیوں۔ کے قد ہم پاکستانیوں جیسے ہی تھے......

☆ الاصل برآۃ الذمہ ☆ بنیادی طور پر ذمہ سے بری ہونا مقصود ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مہنگائی ٹیسٹ کرنے کے لئے ہم نے دو ایک دوکانوں سے آلو پیاز کا بھاؤ بھی پوچھ لیا...... سب سے سستی چیز یہاں کی علاقائی سوغات ہے یعنی ناریل اور ناریل سے بنی ہوئی مصنوعات...... پھر دیگر پھل سستے ہیں...... مہنگا ہے تو ایمان، جو یہاں جنسِ کمیاب ہے...... اکثریت بدھ مذہب سے تعلق رکھتی ہے...... مسلمان بھی ہیں اور مسلمانوں کی مساجد بھی مگر تعداد کم ہے......

گزشتہ رات ہمیں ہوٹل میں ٹھیک سے نیند نہیں آئی کہ ہم عادی ہیں تخت نشینی اور بوریا فراشی کے جبکہ ادھر جو بیڈ لگے ہیں وہ شاہی خوابگاہوں کے سے ہیں...... چنانچہ آج مغرب کی نماز قریبی مسجد میں ادا کرنے کے بعد مؤذن سے پوچھا اگر رات کو کوئی مسافر ادھر مسجد میں آجائے تو تم لوگ اسے ٹھہرا لیتے ہو؟ یا...... اس نے کہا جی کیوں نہیں یہاں اکثر مسافر آتے رہتے ہیں تبلیغی جماعت والے بھی آکر پڑاؤ کرتے ہیں...... ہم نے کہا تو پھر ہمیں بھی آج مسافر سمجھ لو یا تبلیغی خیال کرلو...... کیونکہ ہم مسافر بھی ہیں اور کانفرنس میں تبلیغ ہی کرنے/سننے آئے ہوئے ہیں ہم رات کو آویں گے اور تمہارے آرام میں خلل انداز ہوں گے...... کہنے لگا ضرور آیئے گا صاحب...... چنانچہ رات کو ہم عشاء پڑھ کر کھانا کھانے تو ہوٹل گئے مگر شب نوی کے لئے مسجد میں آرہے...... ظاہر ہے اسے شب نومی ہی کہیں گے، شب بیداری اور شب زندہ داری تو کہنے سے رہے کہ وہ تو صوفیاء کا مقام ہے...... اور ہم تو کوئی بھی نہیں...... مؤذن خوش اخلاق تھا اور فیاض بھی اس نے بلا تکلف مسجد کی دریوں کا ایک بنڈل ہمیں بطور تکیہ لا دیا اور ایک بطور بچھونا...... ہم نے صحنِ مسجد میں بسترِ محمدی لگا دیا...... مسجد میں داخل ہوتے ہوئے احتیاطاً نیتِ اعتکاف بھی ہم نے کرلی تھی...... کہتے ہیں انما الاعمال بالنیات ...... اب نیت تو ہماری مسجد میں آرام فرمانے کی تھی...... مگر ہوگئی شب بیداری...... کہ رات بھر خدائی فوج نے ہمیں جگائے رکھا...... ہم نے اس فوج سے مقابلہ کی بڑی کوشش کی مگر اس نے یہ باور کراکے چھوڑا کہ...... نمرود ہمارے آگے نہ ٹھہر سکا تم کس کھیت کی مولی ہو...... چنانچہ ہم نے نصف شب کے بعد وضو تازہ کیا اور اللہ کی پناہ لی...... اب یہ معاملہ ہم علماء کرام اور مفتیانِ عظام پر چھوڑتے ہیں کہ اس رات کی عبادت کا ثواب ہمیں ملے گا یا نہیں کیونکہ نیت تو ہماری مسجد میں سونے کی تھی مگر جگانے والے کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے گھر کو سرائے بنایا جائے چنانچہ اس نے اپنے سامنے لا کھڑا کیا......

فجر کے بعد ناشتے تک البتہ ہوٹل جا کر ہم فرشِ حجرہ پہ خوب سوئے...... اب جو ناشتے کا بلاوا آیا تو ساتھ ہی یہ بھی پوچھا گیا کہ صاحب رات کہاں گزاری...... ادھر آپ کی ڈھنڈیا مچی ہوئی تھی......

☆ ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمرے سے آپ غائب تھے...... ہم نے کہامت پوچھو، ہم کہاں تھے یوں سمجھو کہ......

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو محمد شمع محفل بود "شب جائے کہ من بودم"

ڈاکٹر صاحب نے بڑے تجسس سے سوال کیا...... این غبت ؟ واین قضیت الليله يا اخی ......یعنی چن کتھاں گزاری ہے ای رات وے، ہم نے کہا کنت ضيف الرحمن فی بيته ......(ہم اللہ کے گھر کے مہمان بنے ہوئے تھے) اور پھر ساری تفصیل عرض کی تو وہ خوب ہنسے اور کہنے لگے...... رہے مولوی کے مولوی...... کانفرنس والوں نے تمہارے لئے فائیو اسٹار ہوٹل بک کروایا اور تم پھر مسجد کی چٹائیوں اور دریوں پہ جا سوئے......

اگلے روز کانفرنس کا افتتاح ہوا۔ کانفرنس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت سری لنکا کے صدر رانا سنگھ پریماداسا نے کی۔ تلاوتِ کلامِ حکیم ایک پاکستانی قاری محمد یوسف صاحب نے کی۔ جناب احمد الشریف نے جواشترا کی جمہوریہ لیبیا کے اعلیٰ سرکاری مندوب ہیں نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ سری لنکن صدر نے صدارتی خطبہ میں سب مندوبین کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہا اور اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ جمعیت الدعوۃ نے ان کے ملک کو اس کانفرنس کے لئے منتخب کیا۔ صدر نے اپنے خطبہ میں مسلمانوں کے سری لنکا سے قدیم روابط کا تذکرہ کیا اور اسلامی دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو عظیم فریضہ قرار دیا۔ انہوں نے کانفرنس کے مندوبین کو دعوت دی کہ وہ آیت طیبہ "ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة" پر عمل کرتے ہوئے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیں۔ انہوں نے یہ آیت بھی پڑھی۔ واضح ہو کہ صدر پریماداسا بدھ مت مذہب کے پیروکار ہیں اور سری لنکا کا سرکاری مذہب بدھ مت ہے۔ صدر نے کوئی نصف گھنٹہ تقریر کی اور اسلام کا بدھ مت سے موازنہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ دونوں مذہب انسان دوستی کا درس دیتے ہیں اور انسانی حقوق کے علمبردار ہیں۔ صدر نے اپنی تقریر میں اس بات کا بھی بطور خاص تذکرہ کیا کہ انہوں نے اپنے ملک میں قائم اسرائیلی سفارتخانہ بند کر دیا ہے اور اسرائیل سے ہر قسم کے تجارتی تعلقات بھی منقطع کر لیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے یہ فیصلہ عربوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر نہیں کیا بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

آج عجیب واقعہ پیش آیا، رات تین چار بجے کے قریب کمرے سے مختلف آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی سازوں پہ بھجن گا رہا ہو۔ آنکھ کھلی۔ کمرے کے اندر آس پاس دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ مگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آوازیں پھر بھی آرہی تھیں۔ کمرے کی ایک کھڑکی سے پردہ ہٹایا تو سامنے ایک بہت بڑا سونے کا (سنہری) بت نظر آیا جس کا سر میرے پانچویں منزل پر واقع کمرے کی کھڑکی کے برابر تھا۔ غور سے دیکھا تو یہ گوتم بدھ کا مجسمہ تھا۔ اور آوازیں اسی کے آس پاس سے آرہی تھیں۔ جیسے مل کر لوگ کچھ پڑھ یا گا رہے ہوں۔ مابدولت نیچے اترے اور ہوٹل کے چاروں طرف سے گھوم پھر کر اس جگہ پہنچے جہاں یہ مجسمہ نصب تھا۔ یہ ہوٹل کے برابر ہی میں بدھ مت کے ایک بڑے مندر کا سماں تھا۔ لوگ اس بت کا گویا طواف کر رہے تھے اور کچھ اپنی زبان میں پڑھتے جاتے تھے۔ حیرت ہوئی کہ ہم موصلوں سے بھی پہلے یہ لوگ جاگ اٹھے تھے ابھی تو نور کا تڑکا بھی نہ تھا، اذان فجر کا وقت دور تھا۔ اور یہ لوگ اپنی پوجا میں مگن تھے۔ بہر کیف یوں بدھ مت کے لوگوں کی پوجا پاٹ کا ایک منظر بھی دیکھنے کو ملا۔ اور بے ساختہ زبان سے نکلا۔ کل حزب بما لدیهم فرحون ۔ ہر قوم اپنے مذہب کے ساتھ کس قدر مخلص ہے سوائے بعض مسلمانوں کے...... جو فجر کے وقت سوئے رہتے ہیں جبکہ دوسری قومیں جاگتی رہتی ہیں۔ اسی خیال کے ساتھ اللہ کا فرمان یاد آ گیا......فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون ......اور پھر ہم خود کو کوسنے لگے کہ یہ بدھوتم سے اچھے کہ یہ تورات کے نصفِ آخر کے بعد اپنے گرو کی پوجا میں ہیں اور تم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہو۔ اس سے یہ بات بھی پختہ ہوئی کہ وہ وقت جسے ہم سوتے میں کھوتے ہیں، اسلام ہی نہیں دیگر مذاہب میں بھی اس وقت، وقتِ سحر و تہجد کی بڑی اہمیت ہے۔

ظہر کے بعد ۴ بجے سے کانفرنس کا دوسرا اجلاس شروع ہوا جس سے لیبیا کے لیڈر ڈاکٹر احمد شریف نے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جدت پسندی اور جدید مسائل پر غور کرنے کی دعوت دی اور کہا کہ آئمہ و خطباء اور دعاۃ اب پرانی بحثوں کو ترک کر دیں اور نئے مسائل کا سامنا کرنے کو تیار ہو جائیں۔ انہوں نے جوشِ جدت پسندی میں کچھ سنت کا مذاق بھی اڑایا اور داڑھی بڑھانے اور سفید لباس پہننے کو سنت کی بجائے قدامت پسندی قرار دیا اور کہا کہ اسلام صرف داڑھی بڑھانے۔ سفید لباس پہننے ہی کا نام نہیں۔ پاکستانی مندوب کی حیثیت سے ڈاکٹر عبدالجواد صاحب نے اپنی تقریر میں مسلمان ملکوں میں عیسائی مشنریوں کا تذکرہ کیا اور ان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ ان کے ملکوں میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں روز افزوں ہیں اور ان کی روک تھام کا کوئی نظام نہیں۔ ان کے خطاب کو بہت سراہا گیا اور خطاب کے اختتام پر بہت سے لوگوں نے ان کے اس خطاب کی فوٹو کاپی بھی حاصل کی۔

☆ الضرورات تبیح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیں اس کمیٹی میں شامل کیا گیا جس کے ذمہ کانفرنس کے اعلامیہ کی تیاری کا کام تھا۔ چنانچہ شام کے اجلاس کے لئے آخری اعلامیہ تیار کرنے میں کمیٹی کی مدد کی۔ شام کو آخری اعلامیہ ''البیان الختامی'' جاری کیا گیا جو ڈاکٹر عبدالجواد صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

آج ہمارا سری لنکا میں تیسرا روز ہے اور ہم دوسرے روز ہی سے یہاں کے کھانوں سے تنگ آئے ہوئے ہیں، ہر کھانے میں ناریل ہی ناریل، یا تو بذات خود موجود، یا اس کے پتے یا جڑیں یا کھال یا چھال، کچھ نہیں تو اس کا تیل تو کھانے کے اجزاء میں پکانے کی وجہ سے شامل ہے ہی...... طے پایا کہ سرکاری کھانے سے پرہیز اور ذاتی کھانے کا اہتمام کیا جائے چنانچہ تلاش مطعم پاکستانی میں نکل کھڑے ہوئے اور قیام گاہ سے پانچ کلومیٹر دور ایک ہوٹل دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے جس میں پاکستانی کھانے دستیاب تھے۔ ازاں بعد کھانا وہیں سے آنے لگا۔ الا یہ کہ کانفرنس گاہ کے علاوہ لنچ یا ڈنر کی کہیں دعوت ہو، اس میں بھی ہم پاکستانیوں نے مل کر مطالبہ کر دیا کہ ہماری عدسها و بصلها کا خیال رکھا جائے۔

کل شام کانفرنس کے آخری اجلاس کے بعد ہم نے یہاں بعض تاجر کمپنیوں سے رابطہ کر کے صبح چائے کے باغات دیکھنے اور بعض چائے بنانے والی فیکٹریز کے وزٹ کا پروگرام طے کیا۔ چنانچہ صبح ساڑھے چھ بجے (روبی ٹی کمپنی) ایک مقامی کمپنی کے نمائندے مسٹر زروق اپنی گاڑی لے کر آ گئے اور ہم کینڈی کی سیر کو نکلے۔ کینڈی یہاں کولمبو سے ۱۰۰ امیل کے فاصلے پر ہے۔ ساڑھے ۶ بجے کولمبو سے روانہ ہو کر ہم ساڑھے ۹ بجے کینڈی کے پرفضا پہاڑی شہر پہنچے اور شہر کے خاص خاص علاقوں کی سیر کی۔ یہاں ایک بہت بڑا پارک بھی دیکھا جو دریا کے کنارے ہے اور اس کا رقبہ ۶۰۰ ؍ ایکڑ سے زائد ہے۔ کینڈی میں بدھ مت مذہب کے مشہور مندر ہیں۔ نماز جمعہ ہم نے کینڈی ہی کی ایک مسجد میں ادا کی۔ نمازیوں کی تعداد خاصی تھی۔ کینڈی جاتے ہوئے راستے میں ہم ایک ایسی جگہ گئے جہاں ہاتھیوں کا پارک ہے اس میں ہاتھی آزادانہ گھومتے پھرتے ہیں اور یہیں سرکاری انتظامات کے تحت ہاتھیوں کے بچوں کی پرورش بھی کی جاتی ہے۔

ہم نے یہاں ہاتھیوں کے چھ ماہ کے بچے بھی دیکھے جنہیں وقت مقرر پر فیڈر سے دودھ پلایا جا رہا تھا، مگر فیڈر سے مراد کوئی انسانی بچوں والے فیڈر نہیں بلکہ یہ ہاتھیوں کے بچوں کے فیڈر تھے۔ دو دو فٹ لمبے لوہے کے پائپ جن کے منہ پر نرم ربر کے پائپ بندھے تھے اور ان بچوں کے رکھوالے بڑی مہارت سے انہیں دودھ پلا رہے تھے۔ بتایا گیا کہ یہ وہ بچے ہیں جنہیں ان کی مائیں جنگلوں میں کھو بیٹھیں

☆ من استعجل الشیئ قبل اوانه عوقب بحرمانه ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا وہ اپنے قافلے سے بچھڑ گئے اور دیہاتیوں نے انہیں یہاں لاکر جمع کرادیا۔ ہاتھیوں کی یہ قیام گاہ بہت ہی خوبصورت قدرتی پارک ہے۔ کینڈی سے ہم مزید ۱۰۰ میل دور ایک پہاڑی علاقہ گئے جسے نورلیا Nau Raliya کہا جاتا ہے یہاں پہاڑوں پر ہر طرف چائے کے باغات ہیں اور اس علاقہ کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے جنت یہی ہو۔ وھاں جاکر احساس ہوا کہ جب یہ جگہ اتنی حسین ہے تو اللہ کی جنت کے حسن و جمال کا عالم کیا ہوگا۔ پہاڑوں کی چوٹی پر ہم نے ایک چائے فیکٹری بھی دیکھی اور پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ چائے کے پودے کیسے ہوتے ہیں؟ ان سے چائے کیسے حاصل کی جاتی ہے اور چائے کی مختلف اقسام کیسے بنتی ہیں۔ چائے کی فیکٹری میں عورتیں کام کررہی تھیں سپروائزر ایک مرد تھا جس نے ہمیں مختلف مراحل سے آگاہ کیا۔ راستے میں ہمیں کٹھل کے درخت، اناناس کے کھیت اور آم کے پیڑ بھی دکھائے گئے یہاں سڑک کے کنارے بچے کچھ عجیب سی شئے بیچ رہے تھے جو ہم نے پہلے دیکھی نہ سنی۔ ڈرائیور نے بتایا کہ یہ یہاں کا گڑ ہے۔ جو ایک درخت کے پھل سے بنتا ہے۔ آم بھی کچھ عجیب شکل کے تھے۔

چائے کی جو فیکٹری ہم نے وزٹ کی اس میں ہمیں وہاں کے مینیجر صاحب نے بتایا کہ چائے کا رنگ تیز یا ہلکا کرنے کے لئے اس میں کوئی کیمیکل نہیں ملانا پڑتا بلکہ اس کی پتیوں کو آگ پر پکانے کے عمل کے دوران پانی کی جو پھوار اس پر ڈالی جاتی ہے وہ کم یا زیادہ کرنے اور حرارت میں کمی بیشی کرنے سے رنگت حسب منشا حاصل کی جاتی ہے انہوں نے فوری طور پر اس کا عملی مظاہرہ کرکے بھی دکھایا۔ اس سوال پر کہ اعلیٰ درجہ کی چائے کون سی ہوتی ہے انہوں نے کہا ڈسٹ Dust جسے بہت سے لوگ پسند نہیں بھی کرتے۔ یعنی دانے دار اور ہر قسم کی چائے حاصل کرلینے کے بعد سب سے نیچے جو پتی کی کیفیت بچتی ہے وہ یہاں سب سے اعلیٰ سمجھی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک الگ صنعت ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ افسوس ہم اس شہر نہ جاسکے جس کے قریب شجرہ آدم بتایا جاتا ہے اور نہ وہ بستی دیکھ سکے جہاں لوگ زیارتِ مقامِ آدم کے ارادے سے جاتے ہیں۔ کہ فاصلے طویل تھے اور وقت قلیل۔

واپسی پر کولمبو کی مختلف چائے ایکسپورٹر کمپنیوں کے نمائندوں سے ملاقات کی اور چائے کی قیمتیں اور نمونے حاصل کئے۔ شام ۷ بجے klm کی فلائیٹ سے کولمبو سے کراچی کے لئے روانگی ہوئی۔ اور پھر ہم بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت واپس پہنچ کر اپنی مذکورہ بالا یادداشتوں کو قلم بند کرنے لگے۔ (مئی ۱۹۹۰)

نوٹ: اس شمارے میں چند یادداشتیں ہی پیش کی جاسکی ہیں مفصل حال بیان نہیں کیا جاسکا جسے آئندہ کسی اشاعت کے لئے اٹھا رکھا ہے۔

☆ العادة محكمة ☆ عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا ☆

© rasailojaraid.com